معقولات میں علمائے پاک و ہند کے سلسلے

☆ شبّیر احمد غوری

۱ : معقولات کا مفہوم

معقولات سے مراد علوم عقلیہ ہیں جو فلسفہ و حکمت کے مختلف شعبوں کا دوسرا نام ہیں۔

نام نہاد "اسلامی فلسفہ" کی چھ شاخیں تھیں: الٰہیات، ریاضیات، طبیعیات، اخلاق، تدبیر منزل اور سیاستِ مدن۔ ساتویں شاخ منطق کو سمجھا جاتا تھا۔ مگر ان میں سے صرف تین شاخوں کے ساتھ اعتناء کیا جاتا تھا: منطق، طبیعیات اور الٰہیات۔ چنانچہ اثیر الدین ابہری کی "ہدایۃ الحکمۃ" انہیں اقسام ثلثہ پر مشتمل ہے۔ کبھی طبیعیات اور الٰہیات کے مجموعہ کو حکمت کہتے تھے اور منطق کو ایک مستقل فن کی حیثیت دیتے تھے۔ جیسا کہ نجم الدین کاتبی نے "حکمۃ العین" میں صرف الٰہیات اور طبیعیات پر بحث کی ہے اور منطق کے لئے ایک مستقل رسالہ لکھا جو آج کل "شمسیہ" کہلاتا ہے اور جس کی شرح "قطبی" کے نام سے ہمارے مدارس کے نصاب میں داخل ہے۔

پھر چوں کہ الٰہیات کے مسائل کا مسائل کلامیہ سے تصادم ناگزیر ہے، اس لئے علم کلام کے افہام و تفہیم کے لئے فلسفہ الٰہیات میں تبحر ضروری ہے، چناں چہ علامہ تفتازانی نے "شرح عقائد نسفی" کے مقدمہ میں لکھا ہے:۔

"لما نقلت الفلسفة عن اليونانية الى العربية وخاض فيها الاسلاميون وحاولوا الرد على الفلاسفة فيما خالفوا فيه الشريعة فخلطوا بالكلام كثيراً من الفلسفة ليتحققوا مقاصدها فيتمكنوا من ابطالها" (شرح عقائد نسفی صفحہ ۳)

(پھر جب یونانی زبان سے عربی میں فلسفہ منتقل کیا گیا اور علمائے اسلام نے اس کے اندر غور و خوض

کیا اور فلاسفہ کی مخالف شریعت باتوں کے رد کا ارادہ کیا تو اس مقصد کے حصول کے لئے اور فلسفہ کے ابطال کے لئے کلام اور فلسفہ کے اکثر حصے ایک دوسرے سے خلط ملط کر دیے)

نتیجہ یہ ہوا کہ اس حریفانہ رقابت کی وجہ سے فلسفہ اور کلام ایک دوسرے کے موقفوں کو بڑی دقت نظر کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کرتے رہے اور اس طرح غیر شعوری طور پر دونوں کے مسائل کا خلط ملط ہوتا رہا، یہاں تک کہ دونوں میں امتیاز مشکل ہو گیا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے :۔ (۱)

"ثم توغل المتاخرون من بعدھم فی مخالطة کتب الفلاسفة ...... والتبس مسائل الکلام بمسائل الفلسفة بحیث لا یتمیز احد الفنیس من الآخر" (مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۵۱۰-۵۱۱)

(پھر متاخرین کتب فلسفہ کے ساتھ خلط ملط کرنے میں حد سے زیادہ بڑھ گئے .... اور کلام اور فلسفہ کے مسائل اس قدر گڈ مڈ ہو گئے کہ ایک فن کا دوسرے سے امتیاز کرنا مشکل ہو گیا)

اس کی واضح مثال محقق طوسی کی "تجرید العقائد" ہے جو اصولاً شیعی عقائد اور علم کلام کی کتاب ہے، مگر اس کی شرح جدید (از قوشجی) اور اُس پر محقق دوانی کے حواشی (حاشیۂ قدیمہ اور حاشیۂ جدیدہ) نیز ان حواشی پر علماء مابعد کے حواشی عرصہ تک ہمارے یہاں معقولات ہی کے اندر محسوب ہوتے رہے اور کتب معقولات ہی کی حیثیت سے نصاب میں داخل رہے۔ اسی طرح "شرح عقائد جلالی" مشرق (ایران و ہندوستان) میں علمائے معقولات کی فکری جولانگہ بنی رہی۔ "خیالی (حاشیہ شرح عقائد نسفی) اگرچہ عقائد کے ایک سنجیدہ متن کی سنجیدہ شرح پر حاشیہ ہے مگر عرصہ دراز تک روم (ترکی) میں اس کے ذریعہ نہ صرف طلباء کی ذہانت کا، بلکہ اُن کے اساتذہ کی تعلیمی و تدریسی اہلیت کا بھی امتحان لیا جاتا رہا۔ (۲)

اس طرح علم کلام بھی منطق اور فلسفہ (طبیعیات و الہیات) کے ساتھ معقولات کے دائرہ میں آجاتا ہے —— پھر جس طرح قدیم مسیحی فکر میں مدرسی دینیات اور فلسفہ کی دو مستقل تحریکیں ایک ہی بات کے نتیجہ کے طور پر ظہور میں آئیں، اسی طرح اسلامی فکر میں ایک ہی واقعہ نے کلام اور فلسفہ کے

۱۔ مقدمہ ابن خلدون (مطبع التقدم مصر ۱۳۲۹ھ)

۲۔ الشقائق النعمانیہ بر حاشیہ وفیات الاعیان لابن خلکان جلد اول صفحہ ۱۵۵ تذکرہ مولیٰ خیالی۔

دو متوازی مکاتب فکر کو جنم دیا، قدیم مسیحی پیشواؤں کو جو معتذرین (APOLOGISTS) کہلاتے ہیں ۔ جب مسیحیت کی تعلیمات پیش کرنے میں یونانی فلسفہ کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے اس فکری تصادم میں دو موقف اختیار کئے :- ایک گروہ نے جن میں اثنا غوراس (ATHENAGORAS) اور جسٹیان (JUSTIN) زیادہ مشہور ہیں، یونانی فلسفہ اور مسیحیت کے درمیان تطبیق و توفیق کی کوشش کی۔ دوسرے گروہ نے جس کا گل سر سبد تاتیان (TATIAN) تھا، مسیحیت کی تائید و تشیید کا راز فلسفہ کے مواقف کے تردید و انہدام ہی میں مضمر سمجھا۔ (۳)

بلعینہٖ یہی دونوں مواقف دوسری صدی ہجری میں مسلمان مفکرین نے اختیار کئے، بعض لوگوں نے اُن مسائل فلسفہ کو جو اسلام کی تعلیمات سے متصادم تھے، باطل کرنے کی کوشش کی۔ یہ لوگ "متکلمین" تھے اور ان کی فکری سرگرمی "کلام" کہلاتی ہے ۔

لیکن کچھ اور لوگ بھی تھے جو فلسفہ کی دل کشی سے مسحور ہو گئے۔ اُنہوں نے یونانی فلسفہ کی روشنی میں اسلامی تعلیمات کی تاویل و توجیہہ پر اصرار کیا۔ یہ لوگ "فلاسفۂ اسلام" یا "حکمائے اسلام" کہلائے اور ان کی فکری کاوشیں فلسفہ کے نام سے موسوم ہوئیں، عرصہ تک اسلامی فکر میں کلامی اور فلسفیانہ تفکیر کے دھارے الگ الگ بہتے رہے۔ مگر نویں صدی ہجری کے نصف آخر میں ان دونوں کا محقق دوانی کے یہاں آ کر سنگم ہو گیا۔ محقق دوانی بجا طور پر معقولات کی تاریخ میں واسطۃ العقد کی حیثیت رکھتے ہیں، کیوں کہ :-

۱ - ایک جانب قرنہا قرن کے فلسفہ و کلام کا فکری ورثہ میر سید شریف کی وساطت سے اُن تک پہنچا، _____ اور

۲ - دوسری جانب کم از کم جہاں تک مغل ہندوستان اور بعد مغل ہندوستان میں معقولات کی تعلیم و تدریس کا تعلق ہے، تمام مدارس کا سلسلۂ تلمذ اُنھیں سے شروع ہوتا ہے ۔

انھیں سلسلہ ہائے تلمذ کی تفصیل اس مختصر پیش کش کا مقصد ہے۔ مگر اس کی تفصیل سے پیشتر انسب معلوم ہوتا ہے کہ فلسفہ و کلام میں خود محقق دوانی کے اساتذہ کا سلسلۂ تلمذ اجمالی طور پر بیان کر دیا جائے ۔

---

۳ - تاریخ الفلسفۃ الیونانیہ لیوسف کرم صفحہ ۲۶۱ -

۲ ۔ دسویں صدی سے پہلے معقولات کی اجمالی تاریخ

محقق دوانی نے معقولات کی تکمیل مولانا محی الدین کوشکناری اور خواجہ حسن بقال سے کی تھی جو میر سید شریف کے شاگرد تھے ۔ خواندمیر نے "حبیب السیر" میں لکھا ہے :۔

" د بالآخر بشیراز شتافته در درس مولانا محی الدین کوشکناری و خواجہ حسن شاہ بقال ہمت بر کسب کمال گماشت ۔ داین دو بزرگ از تلامذۂ محقق شریف بوفور علم و فضیلت ممتاز بودند " (حبیب السیر جلد سوم ۔ جزء سوم صفحہ ۱۱۱)

میر سید شریف شمس الدین محمد بن مبارک شاہ منطقی کے شاگرد تھے اور انہیں سے "شرح مطالع" پڑھی تھی ۔ امام الدین ریاضی نے لکھا ہے :۔

"العالم العائم (؟) والعلم المنیف السید السند الشریف میر سید شریف شاگرد شمس الدین محمد بن مبارک شاہ است " (باغستان صفحہ ۶۷۴ ا)

شمس الدین محمد بن مبارک شاہ ، قطب الدین رازی کے شاگرد تھے ، امام الدین ریاضی دوسری جگہ لکھتے ہیں :۔

" عامر الخافقین ظاہر القطبین محوز ملک الحکمۃ والدین المولیٰ قطب الدین الرازی یکے از اعیان مذکور واعلام مشہور است .... جمع پیش او خواندہ اند ۔ از ان جملہ ست شمس الدین محمد بن مبارک شاہ " (ایضاً صفحہ ۶۷۳ ب ۔ ۶۷۴ ا)

مولانا قطب الدین رازی کے اساتذہ کے دو سلسلے ہیں :۔ ایک فلسفہ میں دوسرا کلام میں ۔

۱ ۔ مولانا قطب الدین رازی فلسفہ میں علامہ قطب الدین مسعود شیرازی کے شاگرد تھے ۔ چناں چہ امام الدین ریاضی نے اُن کے تلمذ کے بارے میں لکھا ہے :۔

" علم از علمائے کبار اخذ نمودہ ، از ان جملہ است مولانا قطب الدین علامہ شیرازی " (باغستان صفحہ ۶۷۴ ا)

اور علامہ قطب الدین شیرازی محقق طوسی کے شاگرد تھے ، چناں چہ ابن حجر عسقلانی نے ان کے تذکرے میں لکھا ہے :۔

" کان ابوہ طبیباً فقراہ علیہ ..... ثم سافر الی النصیر الطوسی فقرء علیہ الھیئۃ و بحث علیہ الاشارات و برع " (۴)

---

۴ ۔ الدرر الکامنہ جلد رابع صفحہ ۳۳۹ ۔ اسی طرح خواندمیر نے "حبیب السیر" (جلد سوم جزء اول صفحہ ۶۷) میں لکھا ہے :۔ " مولانا قطب الدین علامہ شیرازی .... آنجناب در اکثر علوم (باقی اگلے صفحہ پر)

(قطب الدین شیرازی کے والد طبیب تھے اور اُنہوں نے اُن سے طب پڑھی .... زاں بعد وہ سفر کرکے محقق طوسی کے پاس پہنچے جن سے انہوں نے ہیئت پڑھی اور "اشارات" کی بحث کی، اور کمال حاصل کیا۔)

محقق طوسی کا سلسلۂ تلمذ پانچ واسطوں سے شیخ بوعلی سینا تک پہنچتا ہے۔ چناں چہ قاضی نور اللہ شوستری نے "مجالس المومنین" میں اُن کے تذکرہ میں لکھا ہے:۔

"و در معارف عقلیہ تلمیذ فرید الدین داماد است و او شاگرد سید صدر الدین سرخسی و او شاگرد افضل الدین غیلانی و او شاگرد ابی العباس لوکری و او شاگرد بہمن یار و بہمن یار شاگرد شیخ ابی علی سینا۔" (۵)

شیخ ابونصر فارابی کا شاگرد معنوی تھا، چناں چہ بیہقی "تتمہ صوان الحکمہ" کے اندر فارابی کے تذکرے میں لکھتا ہے:۔ "وکان ابوعلی تلمیذ اُلتصانیفہ۔ (تتمہ صوان الحکمہ صفحہ ۱۶) اور شیخ ابوعلی سینا فارابی کی تصنیفات کا شاگرد تھا۔

فارابی، یوحنا بن حیلان کا شاگرد تھا (۶) جو اسکندریہ کے مدرسہ فلسفہ کے متاخر اساتذہ کا، جب یہ

(بقیہ حاشیہ ۴) شاگرد خواجہ نصیر الدین طوسی بود و در فضل و کمال بدرجہ بلند و مرتبہ ارجمند ترقی فرمود" اسی طرح امام الدین ریاضی نے لکھا ہے:۔ "شمس فلک المحققین نیز کوکبہ المدققین العلامہ قطب الدین محمد بن مسعود تجاوز اللہ عنہ بلطفہ القدوسی علامہ عجم است، و در حکمت شاگرد خواجہ نصیر الدین طوسی است" (تذکرہ باغستان صفحہ ۲۷۶ ب)

۵۔ اسی طرح خوانساری نے "روضات الجنات" میں لکھا ہے:۔ "وقد تلمذ فی المعقولات علی استاذہ فرید الدین داماد النیسابوری عن السید صدر الدین السرخسی .... وھو اخذ عن افضل الدین الغیلانی من اھل غیلان وھو تلمیذ ابی العباس اللوکری ...... اللوکری من تلامذۃ الشیخ ابی علی الرئیس" لیکن بیان قاضی نور اللہ شوستری کا زیادہ صحیح ہے کیوں کہ لوکری براہ راست ابن سینا کا شاگرد نہیں تھا بلکہ وہ بہمن یار کا شاگرد تھا جو ابن سینا کا شاگرد تھا۔ بیہقی نے تتمہ صوان الحکمہ میں لکھا ہے:۔ "الادیب الفیلسوف ابوالعباس اللوکری کان تلمیذ بہمن یار و بہمن یار تلمیذ ابی علی"

(۶) اخبار العلماء باخبار الحکماء لابن القفطی صفحہ ۱۸۲۔

مدرسہ انطاکیہ میں منتقل ہو گیا تھا شاگرد تھا (۷) ۔ اسکندریہ کے مدرسہ فلسفہ میں جو اساتذہ پڑھاتے تھے، ان کا سلسلہ تلمذ ارسطو تک پہنچتا ہے ۔ (تفصیل غیر ضروری بھی ہے اور غیر مکمل بھی) ۔

ارسطو شاگرد تھا افلاطون کا جس نے پہلے سقراط کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، لیکن اُس کی وفات پر سسلی چلا گیا، جہاں پیروان فیثا غورث سے کسبِ علم و معرفت کیا۔ فیثا غورثی فلسفہ ہی سے متاثر ہو کر جو کائنات کا مبدأ اوّلین اعداد کو قرار دیتا تھا، افلاطون نے اپنا فلسفہ "لوغوس" مرتب کیا۔ جس میں اعداد کے بجائے "کلیات" یا "تصورات" (اعیانِ مجردہ) کو مبدأ اوّلین کائنات قرار دیا۔

فیثا غورث کو جدید تاریخ فلسفہ میں "اورفی سریات" (ORPHIC MYSTERIES) کا خوشہ چین بتایا جاتا ہے، مگر سریانی فضلاء کا اور اُن کی تقلید میں مسلمان مورخین کا خیال تھا کہ فیثا غورث نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اصحاب سے اکتساب علم و معرفت کیا، چناں چہ ابن القفطی نے لکھا ہے :۔

"فیثا غورث الفیلسوف المشہور المذکور من فلاسفة یونان و حکمائھم .... اخذ الحکمة عن اصحاب سلیمان بن داؤد النبی بمصر حین دخلوا الیھا من بلاد الشام ۔" (اخبار العلماء صفحہ ۱۷۰) (مشہور فلسفی فیثا غورث یونانی فلاسفہ و حکماء میں سے ہے ۔ اُس نے مصر جا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے اصحاب سے جب کہ وہ وہاں مصر شام سے آئے تھے، حکمت حاصل کی ۔)

۲ ۔ مولانا قطب الدین رازی کلام میں قاضی عضد الدین ایجی کے شاگرد تھے، چنانچہ ابن عماد حنبلی نے "شذرات الذہب" میں لکھا ہے :۔ "قطب الدین محمد وقیل محمود بن محمد الرازی ..... شارک فی العلوم الشرعیة و اخذ عن العضد وغیرہ ۔" (۸) (مولانا قطب الدین محمد بن رازی (اور بعض لوگ اُن کا نام محمود بتاتے ہیں) .... علوم شرعیہ میں بھی حظ وافر رکھتے تھے انہیں اُنھوں نے قاضی عضد سے حاصل کیا تھا ۔)

قاضی عضد الدین ایجی کے علم و فضل کے بارے میں ابن حجر کا تبصرہ حسبِ ذیل ہے :۔

---

۷ ۔ طبقات الاطباء لابن ابی اُصیبعہ، جلد ثانی صفحہ ۱۳۵ ۔

۸ ۔ شذرات الذہب لابن عماد حنبلی، الجزء السادس صفحہ ۲۰۷ ۔

"القاضی عضدالدین الایجی ......کان اماماً فی المعقول قائماً بالاصول والمعانی والعربیة شارکاً فی الفنون" (۹)

(قاضی عضدالدین ایجی ...... علوم عقلیہ میں امام وقت تھے، اُصول، معانی اور علوم ادبیہ عربیہ میں یدطولیٰ حاصل تھا، دیگر فنون میں بھی مہارت رکھتے تھے۔)

قاضی عضد علم کلام میں غیر معمولی درک رکھتے تھے اور اُن کا "المواقف فی الکلام" اس فن کا لافانی شاہ کار ہے، خواجہ حافظ شیرازی مصنف اور تصنیف کی تعریف میں کہتے ہیں:۔

دگر شہنشہ دانش عضد کہ در بنیش   بنائے کار مواقف بنام شاہ نہاد

قاضی عضد شیخ زین الہنکی کے شاگرد تھے جو شاگرد تھے قاضی ناصرالدین بیضاوی کے، چنانچہ ابن حجر اُن کے تذکرے میں لکھتے ہیں:۔

"واخذ عن مشائخ عصرہ ولازم الشیخ زین الدین الھنکی تلمیذ البیضاوی" (۱۰)

(اپنے زمانہ کے مشائخ سے علم حاصل کیا اور شیخ زین الدین ہنکی کے ہمراہ عرصہ تک رہے جو قاضی بیضاوی کے شاگرد تھے)

قاضی ناصرالدین بیضاوی تین واسطوں سے امام غزالی کے شاگرد تھے، چناں چہ امام یافعی نے "مرأۃ الجنان" میں لکھا ہے:۔

"تفقه بابيه وتفقه والده بالعلامة مجير الدين محمود بن ابی المبارك البغدادی الشافعی وتفقه مجير الدين بالامام معين الدين ابی سعيد منصور بن عمر البغدادی وتفقه هو بالامام زين الدين حجة الاسلام ابی حامد الغزالی" (۱۱)

(قاضی ناصرالدین نے اپنے پدر بزرگوار سے علم حاصل کیا اور اُن کے والد نے علامہ مجیرالدین محمود بن ابی المبارک بغدادی شافعی سے۔ علامہ مجیرالدین نے امام معین الدین ابی سعید منصور بن عمر البغدادی سے علم حاصل کیا اور انھوں نے امام زین الدین حجۃ الاسلام ابوحامد غزالیؒ کی خدمت میں)

۹۔ الدرر الکامنہ، جلد ثانی صفحہ ۳۲۲۔   (۱۰) الدرر الکامنہ جلد ثانی صفحہ ۳۲۲۔

۱۱۔ مرأۃ الجنان، جلد رابع صفحہ ۲۲۰۔

امام غزالی شاگرد تھے امام الحرمین ابی المعالی الجوینی کے (۱۲) اور وہ شاگرد تھے استاذ ابو القاسم الاسکاف الاسفرائنی کے جو امام ابو الحسن الاشعری کے اصحاب میں سے تھے۔ (۱۳)

امام ابو الحسن الاشعری شاگرد تھے مشہور معتزلی متکلم ابو علی الجبائی کے مگر بعد میں اعتزال سے تائب ہو کر اہل السنت والجماعت میں آملے تھے (۱۴) ابو علی الجبائی شاگرد تھا ابو یعقوب الشحام کا (۱۵) جو شاگرد تھا ابو الھذیل العلاف شیخ المعتزلہ کا (۱۶) اور وہ شاگرد تھا عثمان بن خالد الطویل کا جو شاگرد تھا واصل بن عطاء الغزال کا۔ (۱۷) ——— واصل شاگرد تھا ابو ہاشم عبد اللہ کا (۱۸) جو

---

۱۲ - تبیین کذب المفتری صفحہ ۲۹۱: محمد بن محمد ابو حامد الغزالی حجۃ الاسلام ..... قدم نیسابور مختلفا الی درس امام الحرمین ..... حتی تخرج عن مدۃ قریبۃ ..... وصار انظر اہل زمانہ ۔

۱۳ - ایضاً صفحہ ۲۶۵: الاستاذ الامام ابو القاسم المتکلم الاسفرائنی الاصم المعروف بالاسکاف ..... من اصحاب الاشعری ..... قرأ علیہ امام الحرمین الاصول وتخرج لطریقۃ ۔

۱۴ - وفیات الاعیان لابن خلکان جلد اول صفحہ ۴۸۰: ابو علی محمد بن عبد الوہاب ..... المعروف بالجبائی احد ائمۃ المعتزلۃ کان اماماً فی علم الکلام واخذ ھذا العلم عن ابی یوسف یعقوب بن عبد اللہ الشحام ..... ولہ فی مذہب الاعتزال مقالات مشہورۃ وعنہ اخذ الشیخ ابو الحسن الاشعری شیخ السنۃ علم الکلام ۔

۱۵ - باب ذکر المعتزلہ صفحہ ۴۵: ابو علی محمد بن عبد الوہاب الجبائی ..... وھو الذی سہل علم الکلام ولیسرہ ..... کان شیخہ ابا یعقوب الشحام ۔

۱۶ - ایضاً صفحہ ۴۰: ابو یعقوب یوسف بن عبد اللہ بن اسحاق الشحام من اصحاب ابی الھذیل والیہ انتھت ریاستہ المعتزلۃ فی البصرۃ فی وقتہ ۔

۱۷/۱۸ - کتاب الملل والنحل الشہرستانی جلد اول صفحہ ۲۲: ابی الھذیل حمدان بن ابی الھذیل العلاف شیخ المعتزلۃ ومقدم الطائفۃ ومقرر الطریقۃ۔ اخذ الاعتزال عن عثمان بن خالد الطویل عن واصل بن عطاء۔ ویقال اخذ واصل عن ابی ہاشم عبد اللہ بن محمد بن الحنفیۃ ۔

شاگرد تھے اپنے پدر بزرگوار حضرت محمد بن الحنفیہ کے اور وہ شاگرد تھے (۱۹) اپنے والد ماجد صاحب "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" کے جو تربیت یافتہ تھے عبا نبوت کے۔

اس طرح فلسفہ اور کلام کے قرنہا قرن کی فکری روایات کا ورثہ میر سید شریف تک اور اُن سے محقق دوانی تک پہنچا۔ خواندمیر نے اُن کی جلالت قدر کے بارے میں جو لکھا ہے:-

"از غایت تبحر در علوم معقول و منقول و از کمال مہارت در مباحث فروع و اصول بر جمیع فضلائے عالم و تمامی علمائے بنی آدم فائق بود۔ و در میدان تحقیق مسائل و انحلال معضلات رسائل و توضیح خفیات متقدمین و توضیح خبیات متاخرین قصب السبق از امثال و اقران می ربود۔ فنون مکنونہ کہ از ابو علی و علامہ طوسی در سر خفا محجوب بود، در نظر بصیرتش جلوۂ ظہور داشت و اسرار مخزون کہ از معلم اوّل و ثانی مکتوم ماندہ بود، قلم عنایت سبحانی بر صحیفۂ ضمیرش می نگاشت۔"

(حبیب السیر، جلد سوم، جزء سوم صفحہ ۱۱۱)

غالباً مبنی بر حقیقت ہی ہے۔

اسی غواص لآلی حقیقت کے تلامذہ کے ذریعہ ہندوستان میں معقولات کے سلسلے چلے۔ ان سلسلوں کی تفصیل سے پیشتر نویں صدی کے اس عبقری اعظم کا مختصر تعارف ضروری ہے۔

۳۔ نویں صدی کا عبقری اعظم محقق دوانی

محقق دوانی (۲۰) ۸۳۰ھ کے قریب گاذرون (شیراز) کے قریہ دوان میں پیدا ہوئے۔ پدر بزرگوار کا نام مولانا سعد الدین اسعد تھا جو اپنے زمانہ کے ایک مشہور عالم اور دوان کے قاضی تھے۔ محقق دوانی نے پہلے اپنے والد ماجد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ زاں بعد شیراز پہنچے۔ جہاں مولانا محی الدین کوشکناری اور خواجہ حسن شاہ بقال سے معقولات کی تعلیم حاصل کی، یہ دونوں بزرگ، جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے میر سید شریف

۱۹۔ طبقات الفقہاء لابی اسحٰق الشیرازی، صفحہ ۴۲: "روی عن محمد (محمد بن الحنفیہ) انہ قال: الحسن والحسین خیر منی وانا اعلم بحدیث ابی منھما"

۲۰۔ حبیب السیر، جلد سوم، جزء سوم صفحہ ۱۱۱-۱۱۲۔ نیز احسن التواریخ از حسن روملو صفحہ ۱-۲-۷، و تذکرہ باغستان صفحہ ۶۷ الف-۶۷ ب۔

کے شاگرد تھے ان دونوں بزرگوں کے علاوہ انہوں نے مولانا ہمام الدین گلباری سے بھی بعض متداولات پڑھیں۔ (مولانا ہمام الدین قاضی ناصرالدین بیضاوی کی "طوالع الانوار" کے شارح تھے) حدیث انہوں نے شیخ صفی الدین ایجی سے پڑھی (جو میر سید رفیع الدین صفوی کے جدامجد تھے)۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آغاز جوانی ہی میں مسند درس و افادہ پر بیٹھ گئے اور طالبان علم کو مستفید کرنا شروع کیا۔ جلد ہی اُن کے کمالاتِ علمی کا شہرہ دور و نزدیک پہنچ گیا اور عراق و جبال، روم و ایران، ہرمز و کرمان، طبرستان و جرجان اور آذربیجان و خراسان سے نہ صرف نوآموز طلبا بلکہ عظیم المرتبت فضلاء بھی حصول علم و دانش کے لئے اُن کے پاس زیادہ سے زیادہ تعداد میں آنے لگے۔ مشغلۂ تعلیم و تدریس کے ساتھ کچھ امیرزادہ یوسف بن مرزا جہان شاہ کے عہد میں منصبِ صدارت پر اور سلاطین آق قیونلو کے زمانہ میں فارس کے قاضی الممالک بھی رہے۔

اس زمانہ میں عراق و خراسان میں اور بھی فضلائے نامدار تھے جن میں امیر صدرالدین شیرازی اور اُن کے صاحب زادے میر غیاث الدین منصور خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ یہ دونوں باپ بیٹے بھی اپنے عہد کے زبردست معقولی تھے اور خود کو محقق دوانی کا حریف پنجہ شکن سمجھتے تھے۔ حکام وقت بھی اس بات سے ناواقف نہ تھے اور جو حاکم بھی شیراز کا والی مقرر ہو کر آتا، ان دونوں بزرگوں میں علمی مناظرے کراتا۔

"پیوستہ میان آں دو عالم متبحر مباحثات بوقوع می انجامید و ہر کس کہ والی شیراز بود، جہت تحقیق دقائق طبع ایشاں مجالس ساختہ مستفید و بہرہ مند می گردید" (حبیب السیر، صفحہ ۱۱۱)

چناں چہ جب محقق دوانی نے "شرح تجرید جدید" (از مولانا قوشجی) پر حاشیہ لکھا تو حالاں کہ اس حاشیہ کی افادیت و عظمت سے متاثر ہو کر خود شارح (مولانا قوشجی) نے اس کی تعریف کی تھی (۲۱) امیر صدرالدین شیرازی نے اس پر اعتراضات وارد کئے۔ جب یہ اعتراضات محقق دوانی کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان اعتراضات کے ردّ میں ایک اور حاشیہ تحریر فرمایا (امتیاز کے لئے پہلا حاشیہ حاشیہ قدیمہ اور دوسرا حاشیہ جدیدہ کہلاتا ہے) لیکن جب یہ نیا حاشیہ امیر صدرالدین کے پاس پہنچا تو اُنہوں نے اس کا بھی رد لکھا (امیر صدرالدین کے یہ دونوں تردیدی رسالے بھی اُن کے "حاشیہ قدیمہ

۲۱۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

اور "حاشیہ جدیدہ" کے نام سے موسوم ہیں)۔ بہرحال جب محقق دوانی کے پاس امیر صدرالدین کا یہ "حاشیہ جدیدہ" پہنچا تو آپ نے اس کی تنقید و تردید میں ایک تیسرا حاشیہ بعنوان "حاشیۂ اجد" تحریر فرمایا۔ اتنے میں امیر صدرالدین کا انتقال ہوگیا۔ مگر اُن کے صاحبزادے میر غیاث الدین منصور جو اپنی ذہانت و ذکاوت کی بنا پر "عقل حادی عشر" کہلاتے ہیں، باپ سے زیادہ تندمزاج تھے۔ انھوں نے اس "حاشیہ اجد" کا جواب لکھا۔

جس طرح "شرح تجرید جدید" پر محقق کا حاشیہ حریفوں کے رد و قدح کا موضوع بنا اور اُنہوں نے ان ردود و اعتراضات کے جواب میں دوسرا حاشیہ لکھا (اور یہ دونوں امتیاز کے لئے "قدیمہ" اور "جدیدہ" کے نام سے موسوم ہوتے) اسی طرح اُنھوں نے اور کتابوں کے بھی دو دو ایڈیشن مرتب کئے جیسے "شرح مطالع" پر ایک حاشیہ "حاشیۂ شرح مطالع قدیمہ" اور دوسرا "حاشیہ شرح مطالع جدیدہ" کے عنوان سے لکھا۔ اسی طرح مسئلہ اثبات واجب تعالیٰ پر ایک رسالہ "رسالہ اثبات واجب قدیم" اور دوسرا "رسالہ اثبات واجب جدید" کے عنوان سے تحریر کیا۔

محقق دوانی کثیر التصانیف مصنف تھے۔ مگر ان میں سب سے زیادہ مشہور ان کا "حاشیہ قدیمہ" (بر شرح تجرید جدید) ہے۔ چنانچہ جب یہ رسالہ خود شارح (مولانا قوشجی) کے پاس پہنچا تو اُنھوں نے اس کی بہت زیادہ تعریف کی۔ صاحب "حبیب السیر" نے لکھا ہے:۔

"وجناب مولوی در اواسط ایام زندگانی بر شرح تجرید مولانا علاء الدین قوشجی حاشیہ در کمال دقت تالیف نمود۔ وآں رسالہ بنظر شارح رسیدہ، از روئے انصاف زبان بتعریف و توصیفش کشود۔" (حبیب السیر، جلد سوم جزء دوم صفحہ ۱۱۱)

حواشی شرح تجرید کے علاوہ محقق دوانی کی تصانیف میں مندرجہ ذیل کتابیں خاص طور سے قابل ذکر ہیں:۔

۱ و ۲۔ رسالہ اثبات واجب (قدیم و جدید) } ان کا ذکر اوپر مذکور ہو چکا ہے۔
۳ و ۴۔ حواشی شرح مطالع (قدیمہ و جدیدہ) }

۵۔ رسالہ انموذج العلوم۔ گجرات کے بادشاہ کے نام معنون کیا تھا۔

۶۔ شرح عقائد عضدی:۔ یہ کتاب آج "شرح عقائد جلالی" کے نام سے ہمارے یہاں اکثر مدارس

یں داخل درس ہے، ہے تو یہ عقائد کے متن کی شرح مگر غالباً نامکمل ہے اور شارح نے اپنی پوری توجہ صرف مسئلہ صدور کائنات کے باب میں حکماء و متکلمین کے مواقف کی شرح و ایضاح تک محدود رکھی ہے۔

۷۔ اخلاقِ جلالی :۔ آج بھی فارسی زبان کی ادبیاتِ عالیہ میں محسوب ہوتی ہے اور فارسی کے اعلیٰ امتحانات کے نصاب میں مشمول ہے۔

۸۔ شرح تہذیب :۔ آج بھی ہمارے مدارس میں داخل درس ہے۔ مگر محقق نے یہ شرح صرف "موجہات" کی بحث تک لکھی تھی، تکملہ امیر فتح اللہ شیرازی نے لکھا۔

۹۔ شرح ہیاکل النور :۔ "ہیاکل النور" اشراقی فلسفی شیخ شہاب الدین مقتول (صاحب حکمۃ الاشراق) کی مشہور تصنیف ہے۔ محقق نے اس کی شرح "شواکل الحور" کے نام سے لکھی۔ یہ کتاب بھی حریفوں کی رد و قدح کا موضوع بن گئی اور امیر غیاث الدین منصور نے اس کے رد میں "ہیاکل النور" کی ایک اور شرح لکھی۔ اس کے مقدمہ میں اپنے حریف پر چوٹ کرتے ہیں :۔

"یا غیاث المستغیثین نجانا باشراق ھیاکل النور علی ظلمات شواکل الغرور"

(اے فریادیوں کے فریاد رس ہمیں ہیاکل النور کے اشراق کے ذریعہ خود فریبی کی لٹوں کی تاریکی سے نجات دینا)

("غیاث" میر غیاث الدین منصور کے نام کا جزو ہے۔ ہیاکل النور کی شرح مابہ النزاع ہے۔ کتاب فلسفہ "اشراق" میں ہے اور محقق کی کتاب کا نام "شواکل الحور" ہے یعنی حور کی زلفیں یا لٹیں)

مگر حریفوں کی رد و قدح رکھی ہی رہی۔ شرفِ قبول محض محقق دوانی ہی کی شرح کو نصیب ہوا۔ چنانچہ فضلائے ہند میں سے میرزا ہد ہروی نے اس پر حاشیہ لکھا۔ لیکن "شواکل الحور" کی اہمیت ہمارے لئے اس وجہ سے بھی ناقابلِ نظر انداز ہے کہ محقق دوانی نے یہ شرح برصغیر کے مشہور وزیر خوش تدبیر خواجہ جہاں محمود گاواں کے نام معنون کی تھی چنانچہ دیباچہ میں اُن کی تعریف میں فرماتے ہیں :۔

"احیٰی شرائع الشرع بعد اندراسھا وجدّد معالم الدین غب انطماسھا...... المکرم بغرائب الآیات البینات، المؤید بالجنود المعقبات جمال الاسلام والمسلمین غیاث الملۃ والسلطنۃ والخلافۃ والدنیا والدین محمود الملقب بخواجہ جہان خلد اللہ تعالیٰ علی عبادہ ظلال خلافتہ

(افاضل علی ملاده انوار رحمتہ د رافتہ ۲۱۔ شرح ہیاکل النور مرتبہ ڈاکٹر عبدالحق و ڈاکٹر یوسف کوکن صفحہ ۴/۵)

۱۰۔ رسالۃ الزوراء :- اس رسالہ کی شان تحریر یہ ہے کہ محقق دوانی نے بغداد کے قریب دریائے دجلہ کے کنارے خواب میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی جانب ملتفت دیکھا۔ لہٰذا انہوں نے اُن کے نام پر ایک رسالہ معنون کرنے اور روضۂ اطہر میں کھڑے ہو کر پڑھنے کا عزم کیا (۲۲)۔

اسی زمانہ میں اُن کے ایک شاگرد اُن سے شہاب الدین مقتول کی "حکمۃ الاشراق" پڑھا کرتے تھے۔ دورانِ درس میں جن نکات بدیعہ و سوانح قلبیہ کا محقق افادہ فرمایا کرتے تھے، تلمیذ رشید نے اُن کے مدون کرنے کی درخواست کی چناں چہ "شرح زوراء" کے مقدمہ میں فرماتے ہیں :-

"سألنی واحد من اصحابی .... وقد کان قرء علی کتاب حکمۃ الاشراق .... وکنت اقرر له اثناء مباحث هذا الکتاب طرفاً من السوانح واملی علیه بعضاً من اللوایح ان اجمعها فی رسالۃ" (۲۳)

اس طرح محقق نے روضۂ اقدس میں کھڑے کھڑے ایک دن میں اس رسالہ کے اندر اعلیٰ فلسفہ (بشمول مسئلہ زمان) کے دقائق و غوامض کی تبیین و توضیح کو مدون کیا۔ چنانچہ حسن روملو نے "احسن التواریخ" کے اندر محقق دوانی کے تذکرہ میں لکھا ہے :-

"رسالہ زوراء؛ و ایں رسالہ را در روضۂ مقدسہ منورۂ حضرت امیر المومنین و امام المتقین علی ابن ابی طالب صلوات اللہ علیہ در یک روز بر سر پا ایستادہ تمام کردہ و شرح نیز بر زوراء نوشتہ" (احسن التواریخ صفحہ ۴۷)

علامہ اقبال کا خیال ہے کہ محقق دوانی کی عبقریت نے اس مختصر رسالہ میں فلسفہ و حکمت کے اُن حقائق و معارف کا انکشاف کیا جن تک نصف ہزار سال بعد مشہور امریکی فلسفی رواٗس کی رسائی ہو سکی، خطبات میں فرماتے ہیں :- "MULLA JALAL-UD-DIN DAWANI IN A PASSAGE OF HIS ZOURA, WHICH REMINDS THE MODERN STUDENTS OF PROFESSOR ROYCE'S VIEW OF TIME, TELLS US THAT ...."

(IQBAL : SIX LECTURES, P.P. 103—104)

۲۲۔ الرسالۃ الزوراء، صفحہ ۳ (مطبوعہ مطبع حسینیہ مصر)

۲۳۔ الرسالۃ الزوراء، صفحہ ۳۔

۴۔ محقق دوانی کے تلامذہ

تصنیف سے زیادہ علامہ نے تدریس کے ذریعہ علم وحکمت کے نشر واشاعت میں حصہ لیا، "حبیب السیر" میں مرقوم ہے:۔

"ہنوز جمال مولوی در سن شباب بود کہ از شمیم فضائل وکمالاتش مشام متنشقان گلزار علوم معطر گشت...... لاجرم در ایام دولت امیر حسن بیگ ویعقوب میرزا از اقطار امصار عراقین و روم و آذربایجان و ہرموز وکرمان وطبرستان وجرجان وخراسان اعاظم افاضل بامید کسب علم ودانش متوجہ ملازمتش بودند وبعد از ادراک آں سعادت عظمیٰ از شعشعہ ضمیر فیض آثارش اقتباس انوار کمالات می نمودند" (۲۴)

اسی طرح امام الدین ریاضی نے "تذکرہ باغستان" (صفحہ ۴، ۶ ب) میں لکھا ہے:۔

"وجمعے کثیر از فضلائے روزگار ازاں بحر ذخار اشراب زلال حقائق ومعارف ودقائق واسرار وعوارف نمودہ اند"

ان بے شمار شاگردوں میں مندرجہ ذیل تلامذہ قابل ذکر ہیں:۔

۱۔ خواجہ جمال الدین محمود:۔ ابتدائی زمانہ شیراز ہی میں گذرا۔ جہاں دیگر فضلا عہد کے علاوہ اُن سے مرزا جان شیرازی اور امیر فتح اللہ شیرازی نے تعلیم حاصل کی۔ مگر جب شاہ اسمٰعیل صفوی کی چیرہ دستیاں سنیوں کی حد برداشت سے باہر ہوگئیں تو دوسرے مظلوموں کے ساتھ وہ بھی ترک وطن کے لئے مجبور ہوئے اور میر سید رفیع الدین صفوی کے ساتھ جو اُن کے اُستاد بھائی تھے، حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد گجرات تشریف لائے اور پھر عہد سکندر لودی میں آگرہ آ گئے جہاں انہوں نے سنہ ۹۶۲ھ میں وفات پائی۔ حسن رملو نے اس سال کے واقعات میں لکھا ہے:۔

"خواجہ جمال الدین محمود سرآمد علمائے زمان وافصح بلغائے دوران بودہ۔ باوجود انواع فضائل وکمالات آں عالم فرخندہ صفات اندیشۂ عجب ونخوت پیرامون خاطرش نمی گشت۔ آں جناب نزد مولانا جلال الدین محمد دوانی تحصیل کردہ بود۔ دریں سال از محنت سرائے جہاں بروضۂ رضواں خرامید۔ از جملہ تصانیفش

۲۴۔ حبیب السیر، جلد سوم، جزء سوم صفحہ ۱۱۱۔

اثبات واجب درمقابل مولانا جلال الدین نوشتہ" (احسن التواریخ صفحہ ۲۹۲)

رسالہ "اثبات واجب" کے علاوہ انھوں نے اُستاد کے "حاشیہ شرح تجرید" پر بھی ایک حاشیہ لکھا جس کا ایک مخطوطہ رام پور لائبریری میں ہے (فہرست قدیم کلام ص۱۰۳)

خواجہ جمال الدین محمود کے تلامذہ میں سے دو بزرگ ہمارے نقطۂ نظر سے قابل ذکر ہیں؛ مرزا جان شیرازی اور امیر فتح اللہ شیرازی۔ کیوں کہ انھیں دونوں بزرگوں سے ہندستان کے اندر معقولات کے سلسلے چلے: مرزا جان شیرازی کے سلسلۂ تلمذ میں شاہ ولی اللہؒ کے علمی خاندان کی، اور امیر فتح اللہ شیرازی کے سلسلۂ تلمذ میں فرنگی محل کے علماء کی عقلیاتی سرگرمیاں آتی ہیں تفصیل آگے آرہی ہے۔

۲۔ میر سید رفیع الدین صفوی:۔ اوپر گذر چکا ہے کہ محقق نے حدیث شیخ صفی الدین ایجی سے پڑھی تھی۔ وہ میر سید رفیع الدین کے جدِ امجد تھے۔ اسی خاندانی وجاہت کی بنا پر محقق دوانی انھیں تعلیم کے لئے اپنے یہاں نہیں بلاتے تھے، بلکہ خود اُن کے گھر پڑھانے جاتے تھے۔ شیخ عبدالحق محدثؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے:۔

"جامع بود میان فضائل حسبیہ ونسبیہ...... در معقولات شاگرد مولانا جلال الدین دوانی است، گویند کہ مولانا در شیراز برعایت سابقہ حقوق وبزرگی آبا، واجداد او ہم بخانہ ایشاں آمدہ درس می گفت"

(اخبار الاخیار، صفحہ ۲۵۱)

مگر سید رفیع الدین نے معقولات کے بجائے حدیث میں تبحر کو اپنا مقصدِ زندگی بنایا اور جب صفویوں کی چیرہ دستی سے مجبور ہو کر حرمین الشریفین تشریف لے گئے تو وہاں شیخ شمس الدین محمد سخاویؒ سے حدیث پڑھی۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں:۔

" درحدیث شاگرد شیخ شمس الدین محمد ابن عبدالرحمان السخاوی الحافظ المصری است کہ از محققین ارباب حدیث وقدوہ متاخرین ایشاں است۔ گویند کہ شیخ سخاوی پیش از آں کہ میر رفیع الدین بصحبت او رسد، سند اجازت بنجاہ وچند کتب را نوشتہ بروے فرستاد۔ بعد ازاں بصحبت او رسیدہ ومشافہۃً حدیث را از وے شنید ومدت مدید تلمذ نمودہ" (اخبار الاخیار صفحہ ۲۵۱-۲۵۲)

مکہ معظمہ سے پہلے گجرات اور پھر آگرہ تشریف لائے جہاں سلطان سکندر لودی نے غیر معمولی عزت واحترام اور خطاب "حضرۃ علیہ" سے نوازا۔ ۹۵۴ھ میں وفات پائی۔

۳۔ خطیب ابوالفضل گازرونی :۔ شیراز ہی میں پیدا ہوئے معقولات کی تعلیم محقق دوانی سے حاصل کی۔ پھر محمود شاہ گجراتی کے عہد میں گجرات تشریف لائے۔ جہاں اکثر فضلائے ہندوستان نے اُن سے اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کی۔ ان فضلاء میں سب سے مشہور شیخ مبارک ناگوری (پدر ابوالفضل و فیضی) تھے۔ شیخ مبارک ۹۱۱ھ میں ناگور کے اندر پیدا ہوئے۔ جوانی میں احمد آباد پہنچے جہاں دیگر فضلاء کے علاوہ خطیب ابوالفضل گازرونی سے کسب کمال کیا۔ میر غلام علی آزاد نے لکھا ہے :۔

"از فحول علماء و صنادید فضلاء است .... در ۹۱۱ھ احدی عشر و تسعمائة ... جامہ عنصری پوشید و بعد وصول بہ ایام شباب جانب احمد آباد رفت و از خطیب ابوالفضل گازرونی و دیگر اکابر آں جا فراواں کمالات اندوخت "۔ (مآثر الکرام صفحہ ۱۹۷)

اسی طرح نظام الدین ہروی نے "طبقاتِ اکبری" میں لکھا ہے :۔

"شیخ مبارک ناگوری از فحول علمائے روزگار و مشائخ کرام بود .... در مبادی احوال پیش خطیب ابوالفضل گازرونی و مولانا عماد طارمی در گجرات کسب علوم نمودہ "۔ (۲۵)

خود ابوالفضل اپنے باپ کے بارے میں "اکبرنامہ" کے اندر لکھتا ہے :۔

"و از جلائل نعم الٰہی آں کہ بملازمت خطیب ابوالفضل گازرونی شرف اختصاص داشتند و او از قدر دانی و آدم شناسی بفرزندی برداشت و بآموزگاری گوناگوں دانش ہمت گماشت، مراتب تجرید و بسیاری غوامض شفا و اشارات و دقائق تذکرہ و مجسطی را تذکار فرمود "۔

شیخ مبارک نے ۱۰۰۱ھ میں وفات پائی۔ شاگردوں میں بیٹوں میں سے فیضی اور ابوالفضل اور دوسرے لوگوں میں سے عبدالقادر بدایونی مشہور ہیں۔ فیضی کے تلمذ کے بارے میں میر غلام علی آزاد لکھتے ہیں :۔

"فنون متداولہ را نزد پدر در چہاردہ سالگی بہ انجام رسانید "۔ (۲۶)

اپنے بارے میں بدایونی نے "منتخب التواریخ" میں جہاں میاں حاتم سنبھلی کا تذکرہ تحریر کیا ہے، لکھا ہے :۔

"چوں در عہد بیرم خان خانخاناں بعد از پنج سال بملازمت میاں باز در آگرہ رسیدم، استفتائے از شیخ مبارک ناگوری کہ در آں ایام تلمذ پیش وے می کردم بدست میاں دادم "۔ (منتخب التواریخ سوم صفحہ ۶۷)

۲۵۔ طبقاتِ اکبری (نولکشور پریس) صفحہ ۲۹۳۔ (۲۶)۔ مآثر الکرام صفحہ ۱۹۸۔

شیخ مبارک کی تصانیف میں "منبع نفائس العیون" نام کی تفسیر چار جلدوں میں مشہور ہے جسے عہد پیری میں ضعفِ بصر طاری ہونے کے بعد تفسیر کبیر کے انداز پر لکھا تھا۔ (۲۷)

۴۔ سید ابوالفضل استرآبادی :۔ محقق دوانی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے مگر وہ بھی گجرات چلے آئے تھے جہاں اُن سے عبدالعزیز گجراتی نے جو بعد میں آصف خان کے نام سے گجرات کا وزیر مقرر ہوا، معقولات کی تکمیل کی تھی۔ حاجی دبیر نے "ظفر الوالہ" میں وزیر ابوالقاسم عبدالعزیز کے بارے میں لکھا ہے :۔

"ابوالقاسم عبد العزیز...... المخاطب بالمسند العالی آصف خان...... نشائی حجر والدہ ...... واشتغل علیہ علوم شتیٰ ...... ثم اشتغل بالعلوم الشرعیۃ علی القاضی برہان الدین النہروالی ...... ثم عاد لتلک العلوم وغیرھا من المنطق والحکمیات والاصول فی الطب و قرأۃ علی الخطیب ابی الفضل گاذرونی صاحب حاشیۃ البیضاوی وعلی السید ابی الفضل الاسترآبادی من اکبر تلامذۃ العلامۃ المحقق الجلال الدوانی۔" (۲۸)

(ابوالقاسم عبدالعزیز...... جو مسند عالی آصف خان کے نام سے مخاطب تھے...... آپ پدر بزرگوار کی آغوشِ تربیت میں پل کر بڑھے ...... اُنھیں سے مختلف علوم پڑھے ...... پھر علوم شرعیہ قاضی برہان الدین نہروالی سے پڑھے ...... پھر ان علوم کا اور ان کے علاوہ دیگر علوم کا جیسے منطق، حکمت، اُصول اور طب کا خطیب ابوالفضل گاذرونی، جنھوں نے تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا تھا اور سید ابوالفضل استرآبادی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر کے اعادہ کیا۔ یہ دونوں بزرگ علامہ محقق دوانی کے سب سے بڑے شاگردوں میں سے تھے)

۵۔ ملا عماد طارمی :۔ محقق دوانی کے شاگرد رشید تھے۔ وہ بھی گجرات تشریف لے آئے تھے جہاں اُن سے میاں وجیہ الدین علوی گجراتی نے علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کی تھی۔ نہاوندی نے "مآثر رحیمی" کے اندر میاں وجیہ الدین گجراتی کے تذکرے میں لکھا ہے :۔

میاں وجیہ الدین فاضلے دانشمند و عالمے خردمند ست و شاگرد بے واسطہ عماد طارمی بود کہ از جملہ

۲۷۔ منتخب التواریخ، جلد سوم، صفحہ ۷۴ (۲۸)۔ ظفر الوالہ، جلد اوّل، صفحہ ۲۳۶، ۲۳۷۔

شاگردان و تلامذہ علامہ زمان و وحیدِ دوران مولانا جلال الدین محمد دوانی است " (مأثر رحیمی جلد اول صفحہ ۱۷)

شیخ وجیہ الدین اپنے وقت کے بڑے جلیل القدر فاضل تھے ۔ میر غلام علی آزاد نے لکھا ہے :۔

" شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ ؛ دانائے علوم جہتین و خازن کنوز نشأتین است ..... مولد او جاپانیر است ، ہماں جانشو و نما یافت و در بلدہ فاخرہ گجرات فنون متعارفہ از ملا عماد طارمی کسب می نمود ..... سالہائے دراز بر مسند افادہ و افاضہ نشست و شرق و غرب عالم را از فیض اقدس معمور ساخت " (مآثر الکرام صفحہ ۱۹۶)

اسی طرح نظام الدین ہروی نے " طبقات اکبری " میں لکھا ہے :۔

میاں وجیہ الدین گجراتی مدت پنجاہ سال بر جادہ ارشاد و ھدایت متمکن بود ...... ہمہ وقت درس گفتے و علوم نقلی و عقلی خوب دانستے صاحب تصانیف شریفہ اوست بر اکثر کتب علمی شروح و حاشیہ نوشتہ " (۲۹)

اُن کے کثرت تصانیف کے بارے میں بدایونی نے لکھا ہے :۔

" میاں وجیہ الدین احمد آبادی ...... از علماء کبار روزگار و صاحب صلاح و تقویٰ و مجاہدہ است و بر جادۂ شریعت مستقیم و در گوشۂ قناعت مقیم ، دایم بدرس علوم اشتغال داشت ۔ و قدرت او در جمیع علوم عقلی و نقلی بمرتبۂ بود کہ کم کتاب درس از صرف حاوی یا قانون و شفا و شرح مفتاح عضدی باشد کہ او شرح یا حاشیہ بران ننوشتہ " (منتخب التواریخ مطبوعہ نولکشور پریس صفحہ ۲۹۲)

میر غلام علی آزاد نے اُن کی تصانیف میں حسب ذیل کتابیں بتائی ہیں :۔

" حاشیۂ بیضاوی ۔ حاشیۂ نخبہ در اصول حدیث ۔ حاشیۂ عضدی ۔ حاشیۂ تلویح ۔ حاشیۂ بزدوی ۔ حاشیۂ ھدایہ فقہ ۔ حاشیۂ شرح وقایہ ۔ حاشیۂ مطول ۔ ومختصر (المعانی) ۔ حاشیۂ اصفہانی (شرح تجرید قدیم) حاشیہ شرح عقائد تفتازانی ۔ حاشیہ بر حاشیۂ قدیم محقق دوانی ۔ حاشیہ شرح حکمۃ العین ۔ شرح (؟ حاشیۂ شرح) مقاصد ۔ حاشیہ شرح (؟) قطبی ۔ حاشیہ شرح چغمینی ۔ شرح تحفۂ شاہی ۔ شرح رسالہ فارسی مُلا علی توشجی (توشجیہ در ہیئت) ۔ حاشیۂ شرح خبائیہ (شرح جامی) ۔ شرح ارشاد قاضی شہاب الدین دولت آبادی ۔ شرح ابیات منہل ۔ شرح جام جہاں نما ۔ شرح کلید مخازن ۔ رسالہ

---

۲۹ ۔ طبقات اکبری (نولکشور پریس) صفحہ ۲۹۲ ۔

حقیقت محمدیہ ۔ (مآثر الکرام صفحہ ۱۹۷)

کثرتِ تصانیف کے ساتھ کثرت فیض رسانی کے لئے بھی مشہور تھے۔ نہاوندی نے لکھا ہے:۔

"اکثرے از ملایان متبحر ہندوستان شاگرد میاں مومی الیہ اند" (۳۰)

نہاوندی نے اُن کے تلامذہ میں "ملاخوشحال خلف الصدق مولانا قاسم تاشکندی کا ذکر کیا ہے، چنانچہ اُن کے تذکرے میں لکھا ہے:۔

"واخوندی علامی مولانا خوشحال در ابتدا شاگرد میاں وجیہ الدین است بیک واسطہ و در انتہا بیک واسطہ شاگرد علامہ زمان وارسطوئے دوران مولانا مرزا جان شیرازی است" (۳۱)

۶۔ میرحسین میبذی (یزدی) بھی محقق دوانی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ امام الدین ریاضی نے اُن کے تذکرے میں لکھا ہے:۔

"میرحسین یزدی میبذی قدس سرہ الصمدی شاگرد مولانا جلال الدین اسعد صدیقی دوانی است و در خطبہ شرح ھدایت الحکمہ بلفظ امداللہ جلالہم اشارہ بایمعنی نمودہ وآں کتاب حسنہ عظیمہ غریبہ ایست از حسنات میرحسین" (باغستان صفحہ ۷۶ ب)

میرحسین میبذی نہ تو خود ہندوستان تشریف لائے، نہ ان کے کسی شاگرد کے یہاں آنے کا پتہ چلتا ہے، مگر اُن کی کتاب "شرح ھدایۃ الحکمہ" جو آج اُن کے نام پر "میبذی" کہلاتی ہے، یہاں آئی اور اس عقیدت واحترام کے ساتھ درس میں داخل کی گئی کہ آج تک جبکہ معقولات کا نصاب تقریباً ختم ہو چکا ہے یہ یہاں فلسفہ وحکمت کے نصاب میں داخل ہے، متعدد علمار نے اس پر حواشی لکھے جن میں مولانا عین القضاۃ صاحب کا حاشیہ ہمارے زمانہ تک طلبا ریں متداول تھا۔ دوسرا حاشیہ "نہایۃ الحکمہ" کے عنوان سے امام الدین ریاضی (صاحب التصریح فی الہیئۃ) نے لکھا تھا چنانچہ میرحسین میبذی کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

"شرح ھدایۃ الحکمۃ...... وآں کتاب حسنہ عظیمہ غریبہ ایست از حسنات میرحسین ...... وایں ضعیف براں شرح حاشیہ نوشتہ ونہایۃ الحکمۃ نام کردہ" (۳۲)

○●○

۳۰۔ مآثر رحیمی جلد اول صفحہ ۱۷۔ (۳۱) ایضاً صفحہ ۴۲۔ (۳۲) باغستان صفحہ ۷۶ ب۔ دیگر علماء جنہوں نے میبذی (شرح ھدایۃ الحکمہ) کے ساتھ تحشیہ کے ذریعہ اعتنا کیا، حسب ذیل ہیں:۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، مفتی اسمٰعیل بن وجیہ مرادآبادی، شیخ تصدق حسین نگرنہسوی۔